ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

**ڈاکٹر طارق جاوید**

شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**روبینہ کوثر**

سکالر ایم فل اُردو نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

# اقبال اور خواجہ غلام فرید میں فکری مماثلت؛ تحقیقی و تنقیدی جائزہ

**Dr. Tariq Javed**
Department of Iqbaliyat, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
**Robina Kousar**
Scholar MPhil Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

# Intellectual Similarities between Iqbal and Khawaja Ghulam Farid

As Allama Iqbal appears to be under the influence of Sufi poets Rumi, Hafiz, Shirazi, Urfi, Firdausi and others on account of Oriental tradition, Islamic values and his own typical bend of mind, so does his thought bear a strong resemblance to Khawaja Ghulam Farid. This article explores the intellectual similarities between Iqbal and Khawaja Ghulam Farid. In this regard, not only the books have been used, but also the opinion of experts and critics have been taken into consideration. The philosophy of Self which forms the basis of Iqbal's poetry also flows through the entire work of Ghulam Farid. Both Emphasize and urge of total awareness of one's ego and self in their poetry with mysticism as the predominant ambience of their creative work. The relationship of the creator, the Universe and Man has also been elaborately explained by the two. Ghulam Farid reminded a believer of Pantheism as long as he lived and so did Iqbal for greater part of his life. Both have strong conviction for love and preach unity and harmony of faith and while poetry of Iqbal imparts the message of oneness to the rejection of distinctions of race and color, so does Ghulam Farid say! "The fruit is ripened mate! Let's

pick it together. Their poetry also carries a dominant streak of austerity of living and asceticism. In this research, mix methodology will be used. Both are true devotees of the prophet (S.A.W) and to them the well. Being of entire human race lies in following his from South Punjab, Ghulam Farid, in countless ways be it longing, seeking, parting and unison or sociology, ethics, brotherhood, compassion, culture, etiquette and human greatness. Research has come to the conclusion that Iqbal and Khawaja Ghulam Farid have a lot of intellectual similarities.

**Keywords:** *Iqbal, Khawaja Ghulam Farid, Sociology, Ethics, Brotherhood.*

قومی شاعر ڈاکٹر علامہ اقبال اور کوٹ مٹھن سے تعلق رکھنے والے ہفت زبان شاعر خواجہ غلام فرید کے افکار و نظریات میں ایک قابلِ ملاحظہ ہم آہنگی اور مماثلت پائی جاتی ہے۔ ان کی تخلیقی حسن کاریوں اور فکری بلند پروازیوں میں جو اشتراک ہے وہ کسی حد تک ان کی اپنی جودتِ طبع اور قلبی و روحانی واردات کی دین ہے اور بڑی حد تک مشرقی روایات اور اسلامی ثقافت کی مرہون ہے۔ اقبال اور خواجہ غلام فرید کے اشتراکات و اختلافات کا جائزہ لینے سے قبل تقابلی مطالعے سے متعلق تمہیدی طور پر چند سطور درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مشرق میں تقابلی ادب کے رجحان پر زیادہ توجہ نہیں دی جارہی اور اس کو باقاعدہ مضمون کی حیثیت سے نہیں لیا جارہا۔ اس کے برعکس مغرب کی جامعات میں تقابلی مطالعے پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ تقابلی ادب ثقافتوں کا گہرائی سے مطالعہ کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس کے تقابلی مطالعے سے مختلف ثقافتوں کے ادب سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک کثیر العلمی مضمون ہے۔ تقابلی جائزے میں دو علوم یا دو فن پاروں یا دو ثقافتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ دو مختلف ادبی پہلوؤں، انسانی مزاجوں اور رویوں کے فرق کو ابھارتا ہے، ان کے اشتراکات و افتراقات کو سامنے لاکر ان کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے۔ اردو میں تقابلی ادب پر نگاہ ڈالیں تو شبلی نعمانی کی "موازنہ انیس و دبیر" سب سے پہلے نظر آتی ہے ۔ یہ کتاب نہ صرف نظریاتی تنقید کی بہترین مثال ہے بلکہ اطلاقی تنقید کی بنیادیں بھی فراہم کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب میں امتیاز علی خان عرشی، کلیم الدین احمد، رام پوری اور عبد الرحمان بجنوری کی نظریاتی تنقید بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی طرح کہکشاں پروین کی کتاب "منٹو اور بیدی تقابلی مطالعہ "۔ وحید قریشی کی کتاب " تقابلی مطالعے " اور عبد الستار دلوی کی کتاب "ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب " تقابلی ادب پر بہترین کتب ہیں۔ تقابلی جائزے کی مبادیات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے جائزہ لیں تو اقبال کے بہت سے نظریات ریاست بہاول پور

کے علاقے چاچڑاں شریف میں پیدا ہونے والے خواجہ غلام فرید مٹھن کوٹی سے بڑی حد تک مماثل ہیں۔ خواجہ غلام فرید اگرچہ اقبال سے کم و بیش ۳۲ سال قبل ۱۸۴۵ عیسوی میں پیدا ہوئے مگر سیاسی، معاشی اور ثقافتی لحاظ سے دونوں کا زمانہ ایک سا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے بیشتر علاقوں میں انگریز بالواسطہ یا بلاواسطہ قابض تھے۔ ریاست بہاول پور بھی ۱۸۳۵ء اور ۱۸۶۲ء میں ہونے والے مختلف معاہدوں کے تحت انگریزوں کی بالا دستی کو تسلیم کر چکی تھی۔ مسلمان سیاسی، سماجی اور معاشی سطح پر بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اس معاشی و سماجی ابتری نے دونوں مقتدر ہستیوں کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی فکر میں بڑی حد تک اشتراک دکھائی دیتا ہے جس کا مطالعہ متعدد پہلوؤں سے کیا جا سکتا ہے۔ فلسفہ خودی ہی کو لیجیے جو کہ اقبال کے فلسفہ حیات و کائنات کی اساس اور ان کی تعلیمات کا جوہرِ خاص ہے، بڑی حد تک خواجہ غلام فرید کے تصورِ خودی سے مماثل ہے۔ خودی وہ واحد عنصر ہے جو اقبال کے کلام کا خاصہ ہے۔ اگر ہم اقبال کی شاعری کو ایک لفظ میں بیان کریں تو وہ لفظ خودی ہے۔ خودی محض ایک لفظ، ایک فکر یا صرف ذات نہیں بلکہ خودی سے مراد خود کو جاننا، پہچاننا، اپنے نفس اور اپنی ذات کا مکمل شعور ہے۔ فرد واحد کی خصوصیات کو پہچاننا اور اس میں چھپے رموز کو جاننا خودی ہے۔ اپنے آپ کی اصل سے روشناس ہونا خودی ہے۔ خودی وہ مرکزی نقطہ ہے جہاں سے حیات پھوٹتی ہے: انسان جو کہ مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے اپنی خودی سے نا آشنا ہو کر تسخیرِ کائنات کی صلاحیتوں کے باوجود خود فطرت کی قوتوں سے مسخر اور مغلوب ہو گیا۔ اپنی غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے حلقہ شام و سحر میں گم ہو کر رہ گیا۔ انسان کو اس کی اپنی بے پناہ قوتوں سے آشنا کرنے کے لیے اقبال کہتے ہیں:

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِ زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا[۱]

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین او آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی[۲]

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

خواجہ غلام فرید بھی خود شناسی کو خدا شناسی سمجھتے ہیں۔ ان کی کافیوں میں اپنے نفس اور اپنی ذات کے مکمل شعور کی تعلیم و ترغیب ملتی ہے: خواجہ غلام فرید کہتے ہیں:

فاش فرید اے واعظ سناتو
عالم، جاہل، شاہ، گدا کوں
جے کوئی چاہے فقر فنا کوں
اپنے آپ کوں گولے (۳)

فلسفہ خودی کے ماخذات پر بات کرتے ہوئے نطشے، ہیگل، ولیم جیمز، برگساں، لائیڈ مارتھر اور ایلیگزینڈر وغیرہ کے نام سامنے آتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے اس تخیل کو قرآنی تعلیمات اور مولانا روم سے اخذ کیا ہے۔ چوں کہ خواجہ غلام فرید پر بھی مولانا روم کے اثرات گہرے ہیں، اس لیے ان کے ہاں بھی خودی کا احساس اتنا ہی گہرا ہے۔ خواجہ غلام فرید بھی یہی کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

اپنا آپ سنبھال کے دیکھو
کر کے نظر حقیقت کی
فکر نہ کچھ یارو ہرگز
آسی یا نہ آسی رے
تم ہو ساگی، تم ہو ساگی
واگی زرہ نہ واگی رے
اپنی ذات صفات کو سمجھو
اپنی کرو شناسی رے (۴)

خواجہ فرید صاحب کی یہ نصیحت پوری انسانیت کے لیے ہے۔ دنیا میں بسنے والے ہر طبقے کے ہر فرد کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر دنیا میں کوئی مقام و مرتبہ چاہتے ہو تو اپنے اندر جھانکو، اپنے آپ کو پہچانو۔ اقبال بھی ہمیں یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی"۔ (۵)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**
ماخذ تحقیقی مجلہ

انسان جب اپنی خودی کو اس طرح استوار کرتا ہے کہ وہ شمس و قمر، شجر و حجر اور کائنات کی پوشیدہ قوتوں سے رازبستہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اپنے اندر غفاری و قہاری و قدوسی و جبروت جیسی صفات پیدا کر لیتا ہے تو وہ بامر اللہ ہو جاتا ہے۔ ایسے انسان کو اقبال مردِ مومن کا خطاب دیتا ہے۔ مردِ مومن کے لیے اقبال نے انسانِ کامل، مردِ حق، مردِ قلندر، بندہ آفاقی، بندہ مومن اور مردِ خدا جیسی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ جہاں تک مردِ مومن کے ماخذ کا تعلق ہے تو اس بارے میں مختلف آراء ملتی ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اقبال نے یہ تصور نطشے کے فوق البشر سے اخذ کیا اور بعض کا کہنا ہے کہ اقبال نے محی الدین ابنِ عربی سے متاثر ہو کر انسانِ کاملی کا تصور اپنایا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان آراء کے بر عکس اقبال نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں یہ کردار تخلیق کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کا مردِ مومن ہمارے بہت سے صوفی شعراء کے انسانِ کامل سے مماثلت رکھتا ہے۔ خواجہ فرید کے انسانِ کامل اور اقبال کے مردِ مومن میں کچھ زیادہ فرق دکھائی نہیں دیتا۔ اس سلسلے میں ظفر لاشاری لکھتے ہیں:

"شاعرِ مشرق، حکیم الامت علامہ اقبالؒ وانگوں خواجہ فرید دے پاسے وی ساکوں ہک مثالی انسان ملدا اے۔ خواجہ سئیں اونکو "مردِ قلندر" دے ناں نال جنوایا ہے۔"(۶)

جہاں اقبال مردِ مومن کی قناعت، صبر، فقر، غنا اور بصیرت کے متعلق کہتے ہیں:

"اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل "(۷)

وہیں پر خواجہ فرید یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

نہ طلب ملک تے مال دی
نہ غرض جاہ و جلال دی(۸)

یہ مثالی وجود اقبال کو اتنا پیارا ہے کہ وہ بار بار اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ اقبال نے مرد مومن کا تصور کہاں سے لیا؟ مرد مومن کی صفات کیا ہیں؟ پھر یہ کہ یہ محض ایک تصور ہے یا کوئی حقیقی وجود ہے جو ان کے لیے ایک مثال بن گیا ہے۔ اس بارے میں مختلف رائے ہیں کہ اقبال نے مرد مومن کا خیال کہاں سے اخذ کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خالصتاً اسلامی تعلیمات پر مبنی ہے اور اس سلسلے میں اقبال نے ابن مشکویہ اور عبد الکریم الجلی جیسے اسلامی مفکرین سے استفادہ کیا ہے۔ ایک گروہ نے اس تصور کو مغربی فلسفی نیطشے کے مافوق الفطرت سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ اقبال نے اپنے نظریات کو قدیم یونانی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**



فلاسفروں سے اخذ کیا تھا۔ ایک گروہ اسے مولانا روم کا مذہب کہتا ہے۔ ان تمام نظریات پر مدلل بات کرنے کے لیے طوالت درکار ہے۔ دوسرے یہ بحث زیرِ نظر موضوع سے مطابقت بھی نہیں رکھتی چناں چہ یہاں فقط یہ بتانے پر اکتفا کیا جائے گا کہ اقبال نے مردِ مومن کا تصور قرآنی تعلیمات سے کشید کیا ہے۔ بنیادی اسلامی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اسے زمین پر اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت بخشی ہے۔ امکانات کو لا محدود کرتے ہوئے اسے یہ قوت عطا کی ہے کہ وہ اللہ کی صفات کا آئینہ بن سکتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ عاید کی ہے کہ انسان اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔ اطاعت، ضبطِ نفس اور مسلسل زہد و تقویٰ سے انسان اس قابل ہو سکتا ہے جہاں اس کی خواہش اللہ کی خواہش بن جاتی ہے۔ اس مقام پر اللہ اس بندے کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے۔ انھی تعلیمات کو خواجہ غلام فرید روہی میں بیٹھے اپنی کافیوں کے ذریعے عوام و خواص تک پہنچا رہے تھے۔ مردِ مومن اپنی غیرت، ہمت، صبر، استقامت، محبت، مروت اور سخت کوشی سمیت اقبال اور خواجہ فرید کے شاعری میں موجود ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۹)

خواجہ فرید کے بقول:

آہن قلندر روز و شب
پہنچی خودی میں خود غرق (۱۰)

معرفت و تصوف کے سلسلے میں بھی اقبال اور خواجہ غلام فرید دونوں کا مسلک ایک ہے۔ اقبال کے والدِ محترم صاحبِ دل صوفی تھے اور وہ انہیں کے مرید تھے مگر انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو صوفی نہیں کہا۔ اقبال کا تصوف خلوت، زندگی سے گریز اور غار نشینی کا قائل نہیں۔ اقبال کے والد صوفی منش انسان تھے۔ سو تصوف سے لگاؤ انھیں ورثے میں ملا تھا اور یہ لگاؤ تادمِ مرگ قائم رہا۔ حضرت نظام الدین اولیا پر ان کی دو اردو نظموں سے درویشوں اور صوفیوں کے ساتھ ان کی عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی ابتدائی شاعری میں وحدۃ الوجود کا رنگ دکھائی دیتا ہے مگر درمیان میں یہ رنگ غائب ہو گیا۔ یہ زمانہ اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کی اشاعت کا ہے۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کے نزدیک اقبال وحدت الوجود سے اس لیے منحرف ہوئے کہ اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کے

ساتھ وحدت الوجود کا نباہ دشوار تھا۔ [11] بعد میں زبور عجم، جاوید نامہ، بالِ جبریل اور ارمغان حجاز میں پھر وحدت الوجود کی طرف مائل دکھائی دیتے ہیں۔ تصوف میں خواجہ صاحب وحدت الوجود کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک حق تعالیٰ کی مثال خالقِ آفتاب کی سی ہے جو ہرگز چھپ نہیں سکتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ شدتِ قرب اور شدتِ ظہور کی وجہ سے نظر نہیں آتا ورنہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ "اول بھی وہی، آخر بھی وہی، ظاہر بھی وہی اور باطن بھی وہی ہے" گویا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے لیکن وحدت الوجود کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر چیز خدا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ ہر چیز خدا ہے اور نہ خدا سے جدا ہے۔ خواجہ فرید وحدت الوجودی ہونے کے ناطے پھولوں میں، آبشاروں میں، صحراؤں میں، دریاؤں میں ہر جگہ اللہ کی انوار و تجلیات دیکھتے ہیں۔ انہیں ہر چیز میں خدا ہی کی جھلک نظر آتی ہے۔

بن دلبر شکل جہان آیا
ہر صورت عین عیان آیا
کتھے عیسیٰ تے الیاس نبی
کتے ذکریا کتھے یحیٰ ہے
کتھے موسیٰ بن عمران آیا [12]

اقبال کثرت میں وحدت دیکھتے ہیں:

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو
وائے ناکامی کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مئے تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو [13]

اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اقبال فلسفہ خودی کی تعلیمات کے پیش نظر ہر اس چیز کو مضر خیال کرتے تھے جو خودی کو کمزور کرے۔ جو زندگی سے اس کی حرارت چھین کے اسے سست، کاہل اور بے عمل کر دے چناں چہ حافظ سمیت کئی اور صوفی شعرا کے منفی اثرات کو کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔ وہ ایسے تصوف کی مخالفت کرتے ہیں جو سکون پرستی اور کاہلی کی تعلیم دے اور حرکت و عمل پر نہ ابھارے۔ مشہور صوفی حافظ شیرازی

سب سے زیادہ اسی لیے اقبال کی تنقید کا نشانہ بنے کہ ان کا تصوف عمل سے گریز ہے اور انسان کی خودی میں کوئی استواری پیدا نہیں کرتا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اقبال تصوف پر بحیثیت تصوف کے معترض نہیں ہیں بلکہ اس کے مخصوص تاریخی تعصبات و اعتقادات کے ناقد ہیں۔ ظاہر اور باطن، شریعت اور طریقت کی علیحدہ علیحدہ راہوں کے ناقد ہیں۔ وہ معاشرے کو عجمی تصوف سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ تصوف کے سلسلے میں اقبال نہ کسی فقیہہ کے مقلد ہوئے اور نہ کسی فلسفی اور حکیم کے استدلال نے ان کو طمانیت بخشی۔ تصوف کے میدان میں ان کا اپنا ایک مخصوص زاویہ ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں (۱۴)
کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں (۱۵)

اقبال نے کہیں بھی خواجہ فرید کے تصوف کا ذکر نہیں کیا لیکن خواجہ فرید کے ہاں وجدانِ حیات، عقل کی پستی اور عشق کی برتری اسی انداز میں ملتی ہے جو انداز مولانا روم یا اقبال کا ہے۔ دوسرے روہی کی بیابانی نے بھی خواجہ غلام فرید کا تزکیہ نفس کیا اور ان کے اندر صوفیا کی جگائی ہوئی جوت کو جلا بخشی:

کیا حال سناواں دل دا
کوئی محرم راز نہ ملدا
منہ دھوڑ مٹی سر پایم
سارا ننگ نمونہ ونجایم
کوئی پچھن نہ ویڑھے آیم
ہتھوں الٹا عالم کھلدا (۱۶)

علامہ اقبال اور خواجہ غلام فرید ہی پر موقوف نہیں تمام صوفی شعراء کسی نہ کسی حد تک وحدت الوجودی تھے بلکہ ان صوفی شعراء کے زیرِ اثر مغرب کے بعض شعراء کے ہاں بھی یہ رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ مولوی رکن الدین لکھتے ہیں کہ ایران کی صوفیانہ شاعری کے اثرات جرمن کے مشہور اور ہر دلعزیز شاعر گوئٹے (Gothe) اور

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**



فرانس کے سلوسٹر (Silvester) پر بھی گہرے ہیں،[۱۷] تمام صوفی شعراء کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ حقیقت کے پیرائے میں مجاز اور مجاز کے پردوں میں حقیقت بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

"ابن العربی اور ابن الفرید (عربی) عطار اور رومی (فارسی) سے لے کر خواجہ غلام فرید اور پیر مہر علی شاہ (پنجابی) تک ہماری صوفیانہ شاعری کی صدیوں پر پھیلی ہوئی روایت میں محبوبِ حقیقی کی حمد و ثناء بھی بیشتر حسی تلازمات سے کی گئی ہے"[۱۸]

عشق کے متعلق اقبال اور خواجہ غلام فرید کے نظریات ایک سے ہیں۔ دونوں نے عشق کو ایک مثبت قوت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ اقبال نے عشق کے بیش بہا جواہر ما قبل صوفی بزرگوں سے حاصل کیے مگر اس سلسلے میں وہ بطور خاص مولانا روم اور خواجہ غلام فرید کے ہم آہنگ ہیں۔ اقبال کہتے ہیں:

عشق کی ایک ہی جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کنار سمجھا تھا میں[۱۹]

خواجہ فرید بھی عشق کی قوت ہی کی بدولت اس کائناتِ رنگ و بو کے اسرار و رموز سے واقف ہوئے۔ خواجہ فرید کہتے ہیں :

عشق ہے دکھڑے دل دی شادی
عشق ہے رہبر مرشد ہادی
عشق ہے ساڈا پیر
جیں کُل راز سمجھایا[۲۰]

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے نزدیک عشق کا یہ ارفع مقام اقبال سے قبل عطار، سنائی اور رومی کے ہاں ملتا ہے۔[۲۱] خواجہ فرید عشق کے مقابلے میں عقل کو ہیچ جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک عقل نہ فقہ ہے، نہ زہد اور نہ حکمت۔ عقل کے نظریات استدلال سے بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں اور یقینِ محکم کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

پیش کیتا جس فہم فکر کوں
لیت و لعل دی ار کھر کوں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

کر کر شکر نہ ڈنٹر س سر کوں
عشق کی راہ وچ بھس پیا (۲۲)

اقبال بھی عقل پر عشق کو ترجیح دیتے ہیں۔ دراصل چھٹی صدی ہجری کے قریب جو فتنہ یونانی فلسفے اور علمِ کلام نے پیدا کیا تھا۔ اسی قسم کا فتنہ زیادہ اثر انگیزی کے ساتھ اقبال کے عہد میں پیدا ہو گیا تھا۔ لہٰذا اقبال نے روحانی زندگی کی بقا کے لیے عقل کی کم مائیگی کی نسبت عشق کی بے پناہ قوت کو پیش کیا۔ لکھتے ہیں :

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے (۲۳)

اقبال اور خواجہ فرید دونوں نبی آخر الزماں ﷺ کی ذاتِ بابرکت کو اپنا محور اور مرکز مانتے ہیں۔ خواجہ فرید کے اشعار ملاحظہ ہوں:

اتھاں میں مٹھڑی وچ جاں بہ لب
اوتاں خوش وسدا وچ ملک عرب
توڑیں دھکڑے دھوڑے کھاندڑیاں
تیرے نام تے مفت وکاندڑیاں
تیڈی باندیاں دی میں باندڑیاں
ہے در دیاں کتیاں نال ادب (۲۴)

آنحضور ﷺ کی شان میں جس قدر گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اقبال نے شاعری کی ہے وہ مقام دوسرے شعراء کو بہت کم نصیب ہوا ہے۔ اس سلسلے میں سید عابد علی عابد لکھتے ہیں :

"'یوں تو فارسی اور اردو کا شاید ہی کوئی ایسا بد نصیب شاعر ہو جس نے نعتِ رسول ﷺ لکھ کر اپنی عقیدت اور شیفتگی کا اظہار نہ کیا ہو لیکن اقبال نے مقامِ رسالت پر جو کچھ لکھا ہے وہ عقیدت کے اس مقام پر اسرار سے لکھا ہے جسے محبت کہتے ہیں۔" (۲۵)

اقبال کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں جس میں انہوں نے مقامِ رسالت کی صحیح تصویر کشی کی ہے :

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب (۲۶)

***

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (۲۷)

اقبال اور خواجہ غلام فرید اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کی تعلیم دیتے ہیں۔ جماعت سے علیحدہ ہو کر انسان کی حقیقت صفر رہ جاتی ہے۔ یعنی جماعت کے بغیر فرد کی کچھ حیثیت نہیں۔ جماعت کا فرد کے ساتھ یہ ہمہ گیر رابطہ انسان کی انفرادیت کو مسخ نہیں کرتا بلکہ اس کی پرورش اور نشو نما کرتا ہے۔ اگرچہ ہر شاخ اور ہر پتے کی اپنی ایک مخصوص شناخت ہے لیکن شجر سے کٹ کر نہ شاخ میں روئیدگی رہ سکتی ہے اور نہ پتا سر سبز رہ سکتا ہے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ (۲۸)

علامہ اقبال مغربی تصورِ قومیت کو نہایت تباہ کن تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ذات، برادری، رنگ، نسل اور وطن اسلامی اتحاد قائم کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اُمت اسلامیہ کا اتحاد وحدت مذہب و تمدن پر قائم ہے۔ علامہ اقبال اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں کہ: "قدیم زمانے میں 'دین' قومی تھا، جیسے ہندیوں، مصریوں اور یونانیوں کا۔ بعد میں نسلی قرار دیا، جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت کی تعلیم کے مطابق دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے جب کہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن 'ریاست' ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے بنی نوع کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ 'دین' نہ نسلی ہے اور نہ قومی، نہ انفرادی اور نہ پرائیویٹ، بلکہ خالصتاً انسانی ہے۔ اور اس کا مقصد عالمِ بشریت کو منظم اور متحد کرنا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں (۲۹)
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر (۳۰)
بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی (۳۱)

خواجہ فرید کے ہاں بھی ہمیں اجتماعیت اور اتحاد و اتفاق کی تعلیم ملتی ہے۔ دراصل اقبال اور خواجہ غلام فرید نے وحدت کی تعلیم قرآن مجید سے حاصل کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے سب انسان ایک نفس واحدہ سے سرزد ہوئے ہیں۔ اس قرآنی احکام تعمیل کے لیے اقبال اور خواجہ غلام فرید کا غالب رجحان اجتماعیت کی طرف رہا۔ خواجہ غلام فرید کہتے ہیں :

آچنوں رل یار
پیلوں؛ کیاں نے
کئی بگڑیاں کئی ساویاں پیلاں
کئی بھوریاں کئی پھکڑیاں نیلیاں
کئی اودیاں گلنار
کٹویاں رتیاں نی وے (۳۲)

خواجہ غلام فرید اور اقبال دونوں ہی مایوسی اور نااُمیدی کو شرفِ انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک نااُمیدی موت اور اُمید زندگی کی علامت ہے۔ ان کے عہد میں حالات کتنے ہی ناخوشگوار رہے مگر انھوں نے اُمید کا دامن نہیں چھوڑا۔ اقبال کہتے ہیں:

نہیں ہے نااُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی (۳۳)

خواجہ فرید نے نامساعد حالات میں اُمید کا اظہار یوں کیا:

تھی خوش فرید تے شاد ول
اجو تھیم جھوک آباد ول
ڈکھڑیں کوں نہ کریدول
ایہا نیں نہ ویسی ہک منی (۳۴)

اقبال اور خواجہ غلام فرید دونوں ہی ظاہر بین ملا کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ یوں تو اردو ادب کی روایت میں مُلا، مولوی، زاہد اور واعظ شاعروں اور ادیبوں کے مشق ستم کا نشانہ بنتے رہے ہیں مگر اقبال اور خواجہ غلام فرید نے ان کے ظاہری علوم کی بنا پر خاص تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ملا کے ظاہر اور باطن میں جو امتیاز ہے وہ قابل گرفت ہے۔ ملا کی نظر کسی شے کی حقیقت جاننے سے قاصر رہتی ہے۔ اس کے اندر وہ گرمی وہ جزبہ ہی نہیں جو پوشیدہ چیزوں کو دیکھ سکے۔ اسی لیے اقبال ملا کو مجاہد کی ضد کے طور پر استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور (۳۵)

ایک طرف وہ لوگ جنھیں ہم کافر کہتے ہیں اور دوسری طرف وہ جنھیں ہم اپنا مذہبی پیشوا کہتے ہیں۔ ان دونوں کو سامنے رکھیں تو علامہ اقبال کا یہ کلام سچ دکھائی دیتا ہے:

دین حق از کافری رسوا تر است
زانکہ ملا مومن کافر گر است
کم نگاہ کو ذوق و ہرزہ گرد
ملت از قال واقولش فرد فرد
مکتب وملا و اسرارِ کتاب

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

کورِ مادر زاد و نورِ آفتاب
دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد
دینِ مُلا فی سبیل اللہ فساد (۳۶)

ترجمہ:

"آج دینِ حق کفار کے دین سے زیادہ رسوا ہے۔ کیوں کہ ہمارا ملا مومنوں کو کافر بنانے پر تلا ہوا ہے۔ یہ کم نگاہ، کم سمجھ اور ہر زہ گرد ہے جس کی وجہ سے آج ملت فرد فرد میں بٹ گئی ہے۔ مکتب، ملا اور اسرار قرآن کا تعلق ایسا ہی ہے جو کسی پیدائشی اندھے کا سورج کی روشنی سے ہوتا ہے۔ آج کافر کا دین فکر اور تدبیرِ جہاد یعنی جہد مسلسل ہے جب کہ ملا کا دین فی سبیل اللہ فساد ہے۔"

ان ظاہر بین مولویوں کے ساتھ خواجہ غلام فرید کی بھی کبھی نہیں بنی، ان کی شاعری میں بھی جابجا مُلّا پر شدید طنز ملتا ہے:

مُلا نہیں کہیں کار دے
سمجھن نہ بھید اسرار دے
شیوے نہ جانن یار دے
ونج کنڈ دے بھر منے تھئے ونی (۳۷)

خواجہ فرید اور اقبال میں ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں درد کے شاعر ہیں۔ ان کی نظروں میں غمِ دوراں اور غمِ جاناں ایک ہو کر اک ایسے درد میں تبدیل ہو گئے ہیں جہاں درد کا درماں بھی درد ہی کی صورت میں ملتا ہے۔ اقبال کا یہ شعر دیکھیں:

علاجِ درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
جو تھے پاؤں میں چھالے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں (۳۸)

خواجہ فرید کہتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

پیت نہ پالی سر دے والی
دل دردوں کرلاندی یارا
تول نہالی رولیس کالی
مونہہ پلٹر وگھر گھر وچ (۳۹)

علاوہ ازیں ہجر و صال، طبقاتی کشمکش، شہر آشوب، واسوخت، حسن و جمال، حق و باطل، ڈرامائی تشکیل، اتحاد ملی، حب الوطنی، توحید، تحریک آزادی، جہاد، میانہ روی، دل و نظر، آرزو، توکل، خوفِ خدا اور احترامِ انسانیت جیسے کتنے ہی موضوعات ہیں جن میں خواجہ غلام فرید اور اقبال کا رنگ یکساں ہے۔ اس قدر متنوع موضوعات میں اقبال اور خواجہ غلام فرید میں ہم آہنگی کے محرکات تلاش کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے کئی زاویے بنتے ہیں جن میں سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ قوم کے ساتھ خواجہ غلام فرید اور اقبال دونوں کا معاملہ کم و بیش ایک سا تھا۔ دونوں کے ادوار میں اس خطے کی معاشی، سیاسی، مزہبی اور تہذیبی حالت یکساں تھی۔ دونوں نے اپنے اپنے انداز میں لوگوں کے اخلاق و خصائل سنوانے کی طرف توجہ کی۔ سوئی ہوئی قوم کو جگانے اور اُن میں خودی و خوداری پیدا کرنے کے لیے اقبال نے شاہین اور مردِ مومن جیسے کردار تخلیق کیے جب کہ خواجہ غلام فرید نے "روہی" کو وطن کی علامت کے طور پر استعمال کر کے فقیر اور عورت کی زبان میں لوگوں کو قعرِ جہالت سے نکالنے کی کوشش کی۔ مختصر یہ کہ دونوں نے اپنی شاعری کے ذریعے جہالت، گمراہی اور تفرقہ ختم کر کے محبت، اتحاد اور روشن خیالی کی تعلیم دی۔ یہی خواجہ غلام فرید اور اقبال میں ایک بڑی قدرِ مشترک ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال "بانگ درا" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء ص:۲۷۳
۲۔ اقبال "بال جبریل" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء ص:۸۳
۳۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" الفصیل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۴ء ص:۵۴۶
۴۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید"، ص ۲۲۷
۵۔ اقبال "بالِ جبریل" ص:۳۱
۶۔ ظفر لاشاری "خواجہ فرید دے تعلیمی نظریات" پاکستان پنجابی ادبی بورڈ"، لاہور، ۱۹۵۵ء، ص:۱۷

۷۔ اقبال "کلیاتِ اقبال اُردو" طبع دہم، اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور ۲۰۱۱ء ص:۴۲۴

۸۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص:۲۲۱

۹۔ اقبال "بانگ درا" ص:۲۷۱

۱۰۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص:۲۲۱

۱۱۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، اقبال اور گوئٹے، مرتبہ محمد اکرم چغتائی، "اقبال اور گوئٹے" اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۲۰۰۱ء ص ۸۸ تا ۸۹

۱۲۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص ۵۲

۱۳۔ اقبال "بانگ درا" ص:۱۹۲

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۰۴

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۸۰

۱۶۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص ۸۲

۱۷۔ مولوی رکن الدین "مقابیس المجالس" مرتبہ، واحد بخش سیال، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۱ء ص:۲۲۵

۱۸۔ فتح محمد ملک "فیض شاعری اور سیاست" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۷۰

۱۹۔ اقبال "کلیاتِ اقبال اُردو" ص:۳۵۵

۲۰۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص:۶۷

۲۱۔ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم "فکر اقبال" سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص:۱۹۶

۲۲۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص:۴۷

۲۳۔ اقبال "کلیاتِ اقبال اُردو" ۸۵

۲۴۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید"، ص:۱۰۰-۱۰۱

۲۵۔ سید عابد علی عابد "شعر اقبال" بزم اقبال، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص:۲۰۷

۲۶۔ اقبال "کلیاتِ اقبال اُردو" ص:۴۴۰

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
**Volume 3, Issue 2, (April to June2022)**

ماخذ تحقیقی مجلہ

۲۷۔ اقبال "بال جبریل" ص:۱۱۳

۲۸۔ اقبال "بانگ درا" ص:۲۴۹

۲۹۔ اقبال "بانگ درا" ص:۲۰۲

۳۰۔ اقبال "بانگ درا" ص:۲۶۵

۳۱۔ اقبال "بانگ درا" ص:۲۷۰

۳۲۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص:۵۰۰

۳۳۔ اقبال "کلیاتِ اقبال اُردو" ص:۳۵۰

۳۴۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید" ص:۳۲۷

۳۵۔ اقبال "کلیاتِ اقبال اُردو" ص:۴۸۶

۳۶۔ اقبال "جاوید نامہ" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص:۱۴۲

۳۷۔ خواجہ غلام فرید "" دیوان خواجہ فرید "ص:۳۰۷

۳۸۔ اقبال "بانگ درا" ص ۱۰۱

۳۹۔ خواجہ غلام فرید "دیوان خواجہ فرید"، ص:۱۲۰